جلد ۲۵ ؛ مورخہ ۲۸ ر اگست ۱۹۲۳ء ؛ نمبر ۳۳

میں نے علاقہ ارتداد میں کیا دیکھا

نمبر (۴)

میں نے گذشتہ نمبروں میں علاقہ ارتداد کے کوائف بیان کرتے ہوئے بعض ان مثالوں کا ذکر کیا ہے جو ہماری جماعت کے کامل اخلاص اور ایثار کی تصویریں ہیں۔ اس سے میری غرض محض اس حد تک ہے کہ جماعت کے ان افراد کو جو ابھی تک اس میدان میں نہیں گئے اور انتظار کر رہے ہیں۔ بتاؤں کہ ہمارا کام کس ایثار اور جفاکشی کو چاہتا ہے۔ اور یہ بھی میرا مقصد تھا کہ جماعت کے ایمان کو تازہ کروں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی قوت قدسی نے کیا انقلاب ہمارے اندر پیدا کر دیا ہے۔ آج میں بتاؤں گا کہ ہمارے کام کے دوسرے مشکلات کیا ہیں۔

سب سے اول میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے اور آریہ سماج کے کام میں کیا نسبت اور فرق ہے؟ آریہ سماج نے یہ کام آج شروع نہیں کیا بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک عرصہ دراز پیشتر سے اس سکیم کو اپنے سامنے رکھتی تھی۔ اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ (جن میں پٹواری۔ مدرس۔ پوسٹ مین۔ اور سٹیشن ماسٹر شامل ہیں) یہ کام جاری کر رکھا تھا۔ اس وقت اس کے کام میں سب سے پہلی اور بڑی آسانی یہ ہے کہ تمام ہندو قوم خواہ وہ کسی فرقہ اور جماعت سے تعلق رکھتی ہو متفق ہو کر سیاسی اغراض کے ماتحت اس تحریک میں شامل ہے۔ اور ہر قسم کی مادی اور اخلاقی مدد آریہ سماج کو دے رہی ہے۔ ہندو قوم کے ممتاز رہنما اور لیڈر اس تحریک میں پیش پیش ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ کہ باوجودیکہ انہیں کو واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا۔ کا حکم دیا گیا تھا۔ مگر ان میں قطعاً اتحاد اور یگانگت نہیں۔ اور بدقسمتی سے جو لوگ میدان تبلیغ میں کام کر رہے ہیں ان میں ایک دوسرے کے خلاف جذبہ نفرت و مخالفت نمودار ہے۔ بلکہ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تبلیغ اسلام کی بجائے زیادہ تر تبلیغ منافقت ہو رہی ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ جذبہ ہماری جماعت کے خلاف پھیلایا جاتا ہے اور کھلے اور صاف الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ

ان کو یہاں سے نکالدیا جاوے

ہماری اس مخالفت کے وجوہ اور اسباب کیا ہیں؟

یہ ایک درد ناک کہانی اور خون کے آنسوں رُلانے والی داستان ہے۔ ہماری جماعت اور دوسری جماعتوں میں کام کرنے کے طریق میں فرق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہماری جماعت نے عام چندہ کی اپیل نہیں کی اور نہ اُس نے یہ خواہش کی کہ دوسرے مسلمان اسے چندہ دیں۔ ہمارے مبلغین جو میدان عمل میں آئے وہ اپنے خرچ سے نکلے ہیں۔ انکو اپنی تنخواہ یا معاوضہ کا خیال نہیں۔ اور دنیوی حیثیت سے انہیں اکثر حصہ ممتاز لوگوں کا ہے۔ کیا بلحاظ علمی حیثیت کے اور کیا بلحاظ اپنے عہدوں کے۔

انمیں ڈاکٹر ہیں۔ گریجویٹ ہیں۔ وکیل ہیں۔ رئیس اور زمیندار ہیں۔ تاجر ہیں۔ علماء ہیں۔ اخبار نویس ہیں۔ اور دوسرے اہل حرفہ ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی ضروریات زندگی کے لئے وعظ و تبلیغ کے محتاج نہیں۔ اس لئے یہ ظاہر بات ہے کہ جس اخلاص اور درد سے ایسے لوگ کام کر سکتے ہیں۔ دوسرے نہیں کر سکتے۔ پھر انکے کام کا ممتاز اور نمایاں ہونا قدرتی بات ہے۔ اس لئے جہاں تک میں نے سوچا ہے ہمارے ساتھ مخالفت کی وجہ یہی دو باتیں ہیں اور اسکا ثبوت اس ایک امر سے ملتا ہے

سیاست اور صدارت کی بحث اختلاف کا مرکز ہو رہی ہے۔

(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر و پروپرائیٹر چھپکر تراب منزل سے شائع ہوا)

بہر حال ہماری جماعت کی مخالفت شدومد سے ہو رہی ہے اور دوسری طرف کرشمہ قدرت یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں **اسلام** کا درد اور اس مصیبت کے لئے اضطراب ہے۔ اور جنھوں نے وقتاً فوقتاً میدان ارتداد میں کام کا معاینہ کیا ہے ہماری کسی تحریک کے بدوں یا خواہش کے بغیر سلسلہ احمدیہ کے کام کو عزت اور قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ جن لوگوں نے سلسلہ کے بہترین کام کے متعلق مضامین لکھے ہیں۔ وہ اس امر کی زندہ شہادت ہیں۔ ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ اور بعض نے تو خود لکھ دیا ہے کہ وہ ہم سے کبھی ملے تک بھی نہیں۔ اس اظہار حسن ظنی نے ہمارے مخالفوں کو اور بھی چمکا دیا ہے لیکن یہ ہمارے اختیار سے باہر تھا۔ کہ ہم ان نیک نیت بزرگوں کو ایسی تحریروں کے شائع کرنے سے روک دیتے۔ **اسلامی جرائد** نے اس موقع پر جس کشادہ دلی اور خیر اندیشی کا اظہار کیا ہے اسکا اجر اللہ ہی کے حضور ہے۔ اکثر انہیں سے ہمارے سلسلہ کے اعتقاداً مخالف اور سخت مخالف ہیں۔ مگر انھوں نے اس مرحلہ پر اپنی کشادہ دلی کا ثبوت دیا۔ پس ہمارے بے غرض خدمات اور مسلمانوں کے تعلیم یافتہ اور کشادہ دل طبقہ کی طرف سے انکا اعتراف بد قسمتی سے ہمارے مخالفوں کو بھڑکانے کا موجب ہو گیا۔ اور اس تصادم نے تبلیغ و حفاظت اسلام کے کام میں ایک روک پیدا کر دی اور ہمارے کام کو بہت مشکل اور دشمن کے کام کو اسہل بنا دیا۔

آریوں کے کام میں ایک آسانی یہ ہے کہ ان کو ملکانہ لوگوں سے صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ تم ہمارے بھائی ہو تم میں ہندوؤں کی یہ رسمیں موجود ہیں۔ ہم نے غلطی کی کہ آج تک تم سے الگ رہے اب ہم اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہیں اور تم کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ اور مزید بر آں دوسرے سنہری اور روپہری وسائل کو استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنی منزل کو قریب بنا لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمکو انہیں **اسلام** کی صداقت اور **آریوں** کے مذہب کی حقیقت سے واقف کرنا لازمی ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اس قسم کے وسائل سے انکو بچا بھی لیا جاوے تو پھر یہ فتنہ بدستور باقی رہیگا۔ اسلئے ہمارا مطمح نظر یہ ہے کہ ان کو مذہب کی حقیقت سے واقف کیا جاوے۔ اس سے صاف سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ہمارے **تبلیغی** کام اور دشمن کے سیاسی اغراض میں کس قدر فرق ہے۔ اور اسی فرق کے لحاظ سے ہماری مشکلات ظاہر ہیں۔

پھر مشکلات کا خاتمہ یہیں تک نہیں مبلغین کے رہنے کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ انکو کھانا پکانے پکوانے کے لئے بے حد مشکلات ہیں۔ اور جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ بعض اوقات کئی کئی وقت انکو بھوک پیاس کے صدمات برداشت کرنا لازمی ہوتا ہے۔ اور پھر خود اس قوم میں ڈیڑھ بندیاں ہیں۔ ہماری نظر میں سب یکساں ہیں لیکن ان میں اس کا اثر برا پڑتا ہے۔ وہ ہمارے **نقطہ خیال** سے ہمارے تعلقات کا اندازہ نہیں کرتے۔ بلکہ جب ایک شخص کے پاس آمد و رفت ہو تو اسکا فریق مخالف اسکو دھڑہ بندی قرار دے لیتا ہے اور وہ بات سننے سے ہی متنفر ہو جاتا ہے۔ اور اسی قسم کی دوسری مشکلات کا ایک طویل سلسلہ ہمارے سامنے ہے اور انہیں مشکلات میں ہمکو کام کرنا ہے۔ اور مستقل طور پر کرنا ہے اگر وجہ اللہ مقصود نہ ہو اور اسلام کی عزت و حرمت کا سوال نہ ہو۔ نہیں نہیں مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال اس سے وابستہ نہ ہو۔ تو ایک دن کیا ایک لمحہ بھی وہاں گذارنا مشکل ہے لیکن ہمارا ہر مبلغ ان مشکلات کو دیکھتا ہوا انہیں انہیں سے گذرتا ہوا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان کلمات طیبات میں تسلی پاتا ہے ؎

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

غرض ان مشکلات میں ہم کو کام کرنا ہے اور نہیں ہم کر رہے ہیں ایسی حالت میں ہمارا چارہ کار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بتایا ہے ؎

اندریں وقت مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دعائے بامداد و گریہ اسحار نیست

پس جماعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے ان بھائیوں کے لئے جو علاقہ ارتداد میں کام کر رہے ہیں۔ التزاماً اپنی نمازوں میں دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ انکو طاقت اور قوت دے کہ وہ اس میدان عمل میں ہر قسم کی بلاؤں سے محفوظ رکھ کر اسلام کی عزت و جلال کو ظاہر کر سکیں۔

دعاؤں کے بعد دوسرا کام ہم میں سے ہر شخص کا یہ ہے کہ ہم اس **مقصد عظیم** کے حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے ہر وقت آمادہ رہیں۔ یہ ایک **اسلام اور کفر** کی جنگ ہے اور شیطان کی آخری جنگ جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہی ہے خدا تعالیٰ اسلام کا حامی اور ناصر ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ

فتح اسلام ہی کی ہوگی

لیکن اگر یہ ہمارے ہاتھ پر نہ ہوئی تو ہم سے بڑھ کر بد نصیب کون ہوگا۔ (خدا نہ کرے کہ ہم بد نصیب ہوں۔ آمین) خدا کی نصرت آئے گی اس کے فرشتے اتریں گے۔ لیکن ضرورت ہے کہ ہم اس **نصرت** کے اہل ہوں۔ ضرورت ہے کہ ہم ملائکہ کے نزول کے قابل ہوں۔ اس کے لئے ضرورت ہے۔ ایمان باللہ کی ضرورت ہے۔ **استقامت و استقلال** کی کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہی شرط اس کے لئے رکھی ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الآیۃ۔

(باقی آئندہ)

علماء اسلام کا سیاسی اقتدار خطرہ میں

مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے علماء اسلام کے نام خصوصیت سے ایک پیغام شائع کیا ہے جس میں انھوں نے علماء اسلام کے سیاسی **اقتدار** کو جاتا دیکھ کر اسکی حفاظت کی فکر کی ہے۔ نہایت افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ایک شخص جو خود بھی اسوقت کی سب سے بڑی ضرورت اسلامی تبلیغ سمجھتا ہے۔ اس فکر میں جو حیران ہو رہا ہے کہ علماء اسلام کا سیاسی اقتدار خطرہ میں ہے۔ علماء اسلام نے اپنی شامت اعمال سے تبلیغ و اشاعت اسلام کے فریضہ کو چھوڑ کر سیاسی فتوی بازی میں اپنی برتری اور کامیابی سمجھی تھی مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ سیاست کا جزو اعظم کیا ہے؟ سیاسی ایجی ٹیٹروں نے وقتی ضرورت کے ماتحت علماء کی بڑھتی ہوئی امنگوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور ان سے جو فتوی چاہا لیا۔ اور عام مسلم آبادی پر اس سے اثر ڈالکر اپنا مطلب نکال لیا۔ اور اب وہ اس گروہ سے وہ سلوک کرنا چاہتے ہیں جسکا وہ مستحق ہے اور ہمارے فرنگی محلی برتی ریفارمر کو اپنے طبقہ کی عزت و اقتدار بچانے کی فکر ہوئی ہے۔ گروہ اور علماء اسلام یاد رکھیں کہ اب کام کا وقت ہے علماء اسلام کا اقتدار اور اثر محض انکے برقی پیام سے قائم نہیں رہ سکتا۔

مجاہدین کے لئے سندات خوشنودی مزاج

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں صیغۂ انسداد کو ان سندات خوشنودی مزاج کے متعلق توجہ دلائی گئی تھی۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے خدام کو عطا فرمائی تھیں میں نہایت ہی خوشی اور شکر گذاری کے ساتھ اس امر کا اعلان کرنے کے قابل ہوں کہ ناظر صاحب صیغۂ انسداد نے میری تحریک پر کامل توجہ فرما کر ان **سندات** کو نہایت عمدہ کاغذ پر چھپانے کا انتظام کیا ہے۔ یہ سندات حضرت اقدس کے اپنے دستخط سے **مزین** ہونگی۔

صیغۂ انسداد نے یہ پہلا نمونہ قائم کیا ہے کہ جائز تحریک و مشورہ پر عمل کرنے کیلئے اسنے اس امر کا ذرا بھی خیال نہیں کیا کہ ان کے ایک کام پر نکتہ چینی کی گئی تھی یہی وہ پاک روح ہے جو کسی جماعت کو کامیابی کے منار پر پہنچا دیتی ہے۔ اور یہ بات اسوقت پیدا ہوتی ہے جب کام کرنے والوں میں کام کی عظمت اور اہمیت ہو۔ ان کا اپنا نفس درمیان میں نہ ہو۔ اور یہ اس کی پہلی مثال ہے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ صیغۂ انسداد کا انتظام جن مبارک ہاتھوں میں ہے وہ وہ **پاک وجود** ہیں جو کسی ایک یا دوسری حیثیت سے خدا تعالیٰ کے آیات میں سے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر ہیں۔ ایسے ہی وجود ہوتے ہیں جو کسی نیک نمونہ کی بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

بہر حال مجاہدین کے لئے مبارک ہو کہ انکو جو سندات اب ملیں گی وہ حضرت اقدس کے دستخط خاص سے **مزین ہونگے**۔

کیا سوامی شردھانند میدانِ مباحثہ سے بھاگ نہیں گئے ہیں؟

لالہ منشی رام حال سوامی شردھانند نے علماء اسلام کو ایک کھلا چیلنج مباحثہ کا دیا تھا۔ جس کے جواب میں جماعت احمدیہ کے ناظر تالیف و اشاعت مولوی سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے بذریعہ تار اس چیلنج کی منظوری کا اعلان کیا۔ اور پھر بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے بھی اس منظوری کو مشتہر کیا۔

اس وقت تک کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ (۲۷ اگست ۱۹۲۳ء) لالہ منشی رام نے کوئی جواب آمادگی کا نہیں دیا۔ اور آریہ پریس بھی خاموش ہے۔ مگر پرکاش نے اپنی ۲۶ اگست ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ احمدی جماعت کی طرف سے لالہ منشی رام کے چیلنج کو قبول کر لیا ہے۔ لکھا ہے کہ

”بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ آپ کب سے مسلمانوں کی طرف سے وکیل مقرر ہوئے ہیں“

اس کے معنے صاف الفاظ میں یہی ہیں کہ وہ احمدی جماعت کے ساتھ مباحثہ کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ پرکاش لالہ منشی رام کا لاڈلا ہے اور انھوں نے ہمیشہ اس کی ناز برداریاں کی ہیں۔ اور اپنے دست شفقت سے اسے پالا ہے۔ اور اسطرح گویا وہ ان کی زبان ہے۔ علاوہ بریں ایڈیٹر پرکاش آریہ پرتی ندہی سبھا پنجاب کے سکرٹری ہیں اسلئے وہ جو کچھ لکھ رہا ہے اوسے آریہ سماج کا فیصلہ سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے اس امر کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ لالہ منشی رام صاحب احمدی جماعت سے مُباحثہ نہ کریں گے۔

ایڈیٹر پرکاش کے اس اعتراض کا جواب کہ آپ مسلمانوں کے وکیل کب سے ہیں؟

میرے خیال میں اسلئے بغیر ضروری ہے کہ مقابلہ آریہ سماج اور اسلام کا ہے۔ اور ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے حق رکھتا ہے کہ وہ اسلام کی صداقت کے لئے ہر اس شخص کا مقابلہ کرے جو اس پر حملہ کرتا ہے۔ لیکن چونکہ مقابلہ کے لئے ایک منتظم جماعت کو بلایا گیا ہے۔ اور احمدی جماعت ایک ایسی زرگتا بزڈ باڈی ہے کہ اس کی نظیر کسی دوسری قوم اور جماعت میں نہیں ملتی۔ اور وہ اسلام کی حقیقی وکیل ہے آریہ سماج نے جب سے جنم لیا ہے احمدی جماعت ہی اسکے مقابلہ میں رہی ہے۔ کیا پرکاش کو یاد ہے کہ بانی آریہ سماج پر کس جماعت کے امام نے اسلام کی حُجت پوری کی تھی۔ شاید یہ اس کے جنم سے پہلے کی بات ہو مگر پنڈت لیکھرام نے اسلام کے کس وکیل سے مقابلہ کی ٹھانی تھی۔ اور کس کی دعا نے آریہ سماج کے وکیل کو ہلاک کر دیا تھا۔

پھر لاہور کی آریہ سماج کا پلیٹ فارم اس کی اینٹیں اور ٹھیکریاں بھی آجتک شہادت دیتی ہیں کہ آریہ سماج کس کے مقابلہ میں آکر منہ کی کھاتا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آریہ سماج میں ہمت نہیں کہ وہ اسلام کا مقابلہ احمدی جماعت کے ساتھ آکر کر سکے۔

یہ صریح گریز اور شکست کا نشان ہے۔ ہندوستان میں یہ بات مخفی نہیں کہ اس سانپ کی کچلیاں توڑنے میں احمدی جماعت کا بچہ بچہ مشاق اور ماہر ہے۔

ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ آریہ سماج اس میدان میں نہیں نکلے گا۔ پروفیسر رام دیو صاحب نے (جو اپنی قابلیت اور شریف طبیعت کے لحاظ سے دوسرے آریوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ بلکہ لالہ منشی رام جی سے بھی اپنے علوم کے لحاظ سے بڑھ کر ہیں۔) بھی اس میدان میں آنے کی ہمت نہ کی تو لالہ منشی رام جی کس طرح آئیں گے۔

ہماری عین خوشی ہے۔ اور دلی مراد ہے۔ کہ لالہ منشی رام صاحب مباحثہ کریں۔ تاکہ حق کا اظہار ہو۔ اور باطل کا ناش ہو۔ پرکاش کو چاہیئے کہ وہ ان حیلوں سے اس پیالے کو ٹلانے کی کوشش نہ کرے۔ بلکہ لالہ جی کو آمادہ کرے۔ کہ وہ ضرور میدان میں آئیں۔

کاشی کے پنڈت شدھی کے سراسر خلاف ہیں

ہندو مہا سبھا کاشی کی ناکامی

آریہ اخبارات کا اپنا اعتراف

بنارس میں جو ہندو مہا سبھا کا اجلاس ہوا ہے وہ بہیئت مجموعی سراسر ناکام اور نامراد رہا ہے۔ بعض موقعوں پر تو جوتم پیزار تک نوبت پہونچ گئی تھی۔ یہ مسلّم امر ہے کہ کاشی ہندو مذہب کا علمی مرکز ہے اور سنسکرت کے بڑے سے بڑے عالم فاضل کاشی میں پائے جاتے ہیں۔ مذہبی مسائل پر انکی رائیں مستند اور قابل تسلیم سمجھی گئی ہیں۔ اسی امر کو مدنظر رکھ کر شردھانند جی نے کاشی میں اس مہا سبھا کا انعقاد کیا تھا اور ان کو یقین تھا کہ شدھی کے متعلق جو فیصلہ بنارس میں ہو گا وہ

ہندو دنیا میں مستند ہو گا

لیکن انکو اس مقصد میں سراسر ناکامی اور نامرادی ہوئی۔ اور کاشی کے پنڈتوں نے اسقدر مخالفت کی کہ کچھ بن نہ آیا۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شردھانند جی کو بنارس کی ہندو مذہبی دنیا نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ چنانچہ خود آریہ اخبارات اعتراف کرتے ہیں کہ

کاشی کے پنڈتوں نے شدھی کی مخالفت کی

چنانچہ پرتاب لکھتا ہے کہ

”ایک جماعت تھی جو شدھی کیا ہر ایک ایسی تجویز کے خلاف تھی جو قوم کی ترقی کی طرف لے جائے۔ یہ کاشی کے پنڈت تھے انہوں نے ہر ایک تجویز کی مخالفت کی۔ انکی رائے کا ... اسقدر بوجھ تھا کہ ساری ہندو مہاسبھا اس سے دبی نظر آتی تھی۔ حالت یہ تھی کہ ساری ہندو قوم ایک طرف اور کاشی کے پنڈت دوسری طرف نظر آتے تھے لیکن باوجود اس کے پنڈت جو چاہتے تھے عام طور پر وہی ہوتا تھا“

یہ اقتباس ظاہر کرتا ہے کہ

شدھی کے معاملہ میں مذہبی حیثیت سے سخت ناکامی ہوئی

پرتاب کا یہ کہنا کہ ساری ہندو قوم ایک طرف تھی اور پنڈت ایک طرف۔ اور پھر وہی ہوتا تھا۔ جو پنڈت چاہتے تھے۔ ظاہر کرتا ہے کہ ہندو قوم ہرگز شدھی کے حق میں نہ تھی۔ ورنہ وہی کیوں ہوتا جو پنڈت چاہتے تھے۔

اسی سلسلہ میں پرتاب لکھتا ہے کہ اگر ہندو مہاسبھا کا اجلاس کاشی میں نہ ہوا ہوتا تو شدھی اور جنم کے مسلمانوں کو ہندو بنا لینے کے متعلق متعدد ریزولیوشن پاس ہوتے۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مذہبی اصولوں کی بنا پر شدھی جائز نہیں۔ اور اب سوامی جی بنارس میں یہ جلسہ کر کے گویا پچھتاتے ہیں۔ کیونکہ پنڈت ان کے سخت مخالف تھے جیسا کہ پرتاب کی شہادت ہے کہ

”کاشی کے پنڈت سوامی شردھانند کی ہر ایک تجویز کی خاص طور پر مخالفت کرتے تھے۔ سوامی جی نے اسباب کو محسوس کیا اور اسکا اظہار بھی کیا“

غرض واقعات بتاتے ہیں۔ کہ بنارس میں ہندو مہا سبھا کا اجلاس حقیقی طور پر ناکام رہا۔

حیات نور کا ایک صفحہ

حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کی ایک بائیوگرافی شائع ہو چکی ہے حیات نور اس سے ایک الگ چیز ہے نور الدین اعظم کی لائف کے متفرق اوراق الحکم کے کالموں میں موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے یا کسی اور کو توفیق دیگا تو وہ انکو مجموعی صورت میں ہی شائع کریگا۔ اس بائیوگرافی کی صورت میں حضرت خلیفہ اول کے بعض مخصوصیات بینے مرتب کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حصہ طیار ہے اور جلد تک انشاء اللہ شائع ہو جائیگا۔ اسکا یہ ایک صفحہ دیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اندازہ کر سکیں۔ اس کے لئے درخواستیں بھیجی جاویں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ کسقدر چھاپا جاوے۔ (ایڈیٹر)

قرآن کریم کی عظمت و محبت کا اثر

حضرت نور الدینؓ کے دل پر قرآن کریم کی عظمت اور محبت کا اثر فطرتی تھا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (جن کی نسل سے نور الدینؓ تھا) قرآن کریم کی آیات ہی کی تاثیر سے ہی جان ستان سے جان فروش ہوگئے۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جان نثار خادم بن گئے تھے۔ وہی جذبہ وہی تاثیر قرآن کریم سے محبت و عشق کی نور الدینؓ میں بھی پائی جاتی ہے اور یہ اسی دوری کا اثر تھا بلکہ نور الدین سے اوپر گیارہ پشت تک برابر حافظ قرآن کریم کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔

خود نور الدینؓ کی والدہ اور باپ کو قرآن کریم سے انتہا درجہ کی محبت تھی۔ نور الدینؓ کے باپ نے جب اپنی سب سے بڑی بیٹی کی شادی کی تو رسوم متعارفہ کی پابندی کے عہد شدید میں بھی جہیز میں جو چیز سب سے بلند پایہ نور الدینؓ کے باپ نے پیش کی وہ قرآن مجید تھا۔ چنانچہ نور الدینؓ خود کہتا ہے۔

”جب ہماری سب سے بڑی بہن کی شادی ہوئی تو ہمارے باپ نے جہیز میں سب سے اوپر قرآن شریف رکھدیا۔ اور کہا کہ ہماری طرف سے یہی سب ہے۔ اس قرآن شریف کا کاغذ حریری باریک بڑی محنت اور صرف زر سے میسر ہوا تھا۔ جلد لعود چیتاں۔ کہ مولوی نور احمد صاحب سو روپیہ میں صرف لکھ کر دیا۔ جدول۔ رول، آیتیں بنانا۔ رنگ بھرنا سونے کا پانی پھیرنا وغیرہ علاوہ [illegible]“ یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب روپیہ کی قیمت آج کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ اور جب روپیہ زمانہ حال کے کئی ہزار کے برابر کہا جاتا ہے۔ اور اپنی والدہ کے متعلق نور الدینؓ کا بیان ہے کہ

”میری ماں اچھی پڑھی ہوئی اور قرآن شریف کو خوب سمجھتی سمجھاتی تھیں۔ وہ اعوان قوم میں سے تھیں۔ (۵ مارچ ۱۹۰۸ء) والدہ صاحبہ سے ہزاروں لڑکیوں اور لڑکوں نے قرآن شریف پڑھا ہے۔ (دسمبر ۱۹۰۸ء)

میری ماں کو قرآن کریم پڑھانے کا بڑا ہی اتفاق ہوتا تھا انہوں نے تیرہ برس کی عمر سے قرآن شریف پڑھانا شروع کیا تھا چنانچہ یہ انکا اثر ہے کہ ہم سب بھائیوں کو قرآن شریف سے بہت ہی شوق رہا ہے۔“ (۲۸ جون ۱۹۰۹ء قبل عصر مسجد مبارک) غرض نور الدینؓ قرآن کریم سے محبت و عشق اپنی فطرت میں ماں کے پیٹ سے لیکر آیا تھا۔ اور جن حالات میں نور الدین نے پرورش پائی وہ ہر حالت میں اس کو قرآن مجید سے خاص تعلق پیدا کرنے کے مؤید تھے۔

نور الدین نے قرآن کریم ماں کی گود میں پڑھا

جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے نور الدین کی ماں کو قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کا خاص شوق تھا انکے ہاں قرآن مجید کی تعلیم کا ایک با قاعدہ اور غیر مسلسل مدرسہ تھا ایسی ماں کی گود ہی میں قرآن مجید کا پڑھ لینا نور الدین کے لئے کچھ مشکل نہ تھا چنانچہ نور الدینؓ خود کہتا ہے کہ

”ابتداء میں میں نے اپنی ماں کی گود میں قرآن شریف پڑھا ہے۔ اور انہیں سے پنجابی زبان میں فقہ کی کتابیں پڑھیں اور سنیں۔ اور کچھ حصہ قرآن شریف کا والد صاحب سے بھی پڑھا ہے“

اس زمانہ میں قرآن مجید کا پڑھ لینا تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ عام طور پر مسلمان بچوں کو قرآن شریف پڑھایا جاتا تھا لیکن جو بات نور الدین کو ممتاز کرتی ہے وہ قرآن مجید کا فہم اور اسکا عمل ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ انکی زندگی کے واقعات میں اسباب کا مشاہدہ کریں کہ قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف نور الدین کو کس طرح توجہ ہوئی۔

قرآن مجید کے ترجمہ کیطرف متوجہ ہونا

نور الدینؓ قرآن مجید کے ترجمہ کیطرف متوجہ ہونے کو ایک عظیم الشان نعمت خود قرار دیتا ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ خصوصاً جب تیرھویں صدی کے اس حصہ کی تاریخ سے واقفیت ہو جبکہ قرآن مجید کا ترجمہ کرنا بھی ایک گناہ عظیم (نعوذ باللہ) سمجھا گیا تھا۔ اور دہلی کے عظیم الشان انسان پر ترجمہ کرنے کے الزام میں خطرناک حملہ کرنے کا منصوبہ کیا گیا۔ جہالت و تاریکی کے اس عہد میں نور الدین کو یکایک قرآن مجید کے ترجمہ کیطرف توجہ ہو جاتی ہے اور اسکے اسباب عجیب ہیں۔ نور الدینؓ ہی کے الفاظ میں سنو۔

”جناب الٰہی کے انعامات میں سے یہ بات تھی کہ ایک شخص غدر میں کلکتہ کے تاجر کتب جو مجاہدین کے پاس اس زمانہ میں چھپ کر جایا کرتے تھے ہمارے مکان میں اترے۔ انہوں نے ترجمہ قرآن کی طرف یا یہ کہنا چاہیئے کہ اس گراں بہا جواہرات کی کان کی طرف مجھے متوجہ کیا جس کے باعث میں اس بڑھاپے میں نہایت شادمانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ وذالک فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون“

اسوقت نور الدین کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہ تھی جب پہلی مرتبہ آپکو قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف توجہ ہوئی اور یہ ایک بیج تھا جو قرآن کریم کے ایک بے نظیر عالم اور محقق مسلم کے دل میں بویا گیا یہ بیج درخت اسقدر بار ور ہوا کہ آج لاریب ہزاروں ہزار انسان ہیں جنہوں نے نور الدین کے منہ سے ان معارف قرآنی کو سنا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نور الدین کو عطا فرمائے۔ (خدا کا شکر ہے کہ راقم بھی انہیں سے ایک ہے بلکہ ان معارف کے نشر و اشاعت کی نعمت بھی پا چکا ہے والحمدللہ علیٰ ذالک) نور الدین کا یہ شوق اور یہ جوش محض اس غرض اور نیت سے نہ تھا کہ وہ ایک بڑا عالم کہلائے۔ بلکہ ان کی اصل غرض و غایت یہ تھی کہ

قرآن مجید کی تعلیم پر عملی قوت پیدا ہو جاوے

چنانچہ حضرت نور الدین نے بارہا اپنے درس قرآن میں فرمایا کہ

”قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے اور تلاوت کی اصل غرض پوری نہیں ہو سکتی جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرلے اور یہ آگاہی قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے“

اسلئے انہوں نے اپنی تمام عمر میں اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ غرض قرآن مجید کے ترجمہ کیطرف جب نور الدین کو توجہ ہوئی تو انہوں نے قرآن مجید کے فہم کے لئے اپنی تمام طاقتوں کو مبذول کیا اور کسی نافہم مقلد کی طرح نہیں بلکہ خود دیانتاً نفس مطہر لیکر قرآن مجید کے مطالب و منشاء کے سمجھنے کیلئے خدا میں ہو کر تسلی کی تاکہ حقیقت و معرفت کے دروازے کھل جاویں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

تمام علوم اور کتب کا پڑھنا محض قرآن کریم کی محبت ہی کیلئے تھا

نور الدین کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا اور ہر وقت وہ اس شغل کو جاری رکھتے تھے بلا مبالغہ لاکھوں روپیہ اس شوق پر خرچ کیا مگر یہ مطالعہ کتب اور یہ اخراجات محض قرآن کریم کی محبت کا ایک کرشمہ تھے۔ نور الدین آخر عمر میں جب گھوڑی سے گر کر بیمار ہوا اسوقت کسی نادان نے اعتراض کیا کہ یہ چوٹ محض اسلئے لگی ہے کہ نور الدین نے ہزاروں ہزار کتابیں پڑھی ہیں نور الدین نے ۱۹۱۱ء کی سالانہ جلسہ میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا

مجھے کیا پسند ہے؟ خدا کی کتاب

”مجھے قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا کی ہی کتاب پسند آئی۔ یاد ہیں ایک احمق نے پڑھکر ایک بات کہی ہے۔ وہ مجھے کہتا ہے کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے سر کو چوٹ کیوں لگی؟ اور کیوں وہ کچلا گیا؟ وہ احمق اس چوٹ کی وجہ بتاتا ہے کہ تم نے ہزاروں ہزار کتابیں پڑھی ہیں مگر قرآن شریف کو چھوڑ دیا۔ اسواسطے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کے موافق تمہیں دیا اور سر کچلا گیا۔ وہ احمق نہیں جانتا کہ میرا سر خدا ہی کے فضل سے بالکل محفوظ ہے۔ باوجودیکہ تم نے دیکھا کہ چوٹ لگی۔ اور سال گذشتہ کے انہیں دنوں میں بچنے کی امید نہ تھی کلوروفارم کے ذریعہ اور کلوروفارم کے بدوں بھی اس زخم پر عمل جراحی ہوا مگر ڈاکٹر اور دوسرے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ کی کیسی حفاظت فرمائی۔ جو لوگ میری صحبت میں رہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ کی کتاب سے زیادہ مجھ کو کوئی چیز عزیز نہیں اور میری غذا جس سے زندہ رہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور محض فضل سے مجھے اس کتاب کی محبت اور اسکا فہم دیا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ یہ اسکا رحم ہے کہ اس کتاب کا فہم [illegible]

[illegible] کرنیوالا پاگل نہیں دیکھو [illegible] نے میری دماغی قوتوں کی خوب حفاظت فرمائی ہے۔ یہ اس احمق کو غلطی لگی ہے جو وہ سمجھتا ہے کہ میرا سر کچلا گیا ہے۔“

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب

حضرت حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ عنہ

نمبر (۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب کے تذکرے الحکم میں شائع کرنیکا التزام کیا تھا۔ مگر میں اسے جاری نہ رکھ سکا۔ یہانتک کہ حضرت حافظ معین الدین صاحب کا تذکرہ بھی ادھورا رہ گیا۔ آج الحکم میں میں اوسے پورا کر دیتا ہوں۔ اور آیندہ انشاءاللہ کوشش کروں گا کہ کم از کم مہینے میں دو بار ایسے تذکرہ شائع ہوتے رہیں (ایڈیٹر)

حافظ صاحب شاعر بھی تھے

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حافظ معین الدین صاحب شاعر بھی تھے۔ وہ پنجابی زبان میں شعر کہتے تھے۔ اور ان کی ایک تصنیف جند نامہ شائع بھی ہوئی ہے۔ انکی شاعری پر شاعرانہ حیثیت سے بحث کرنی مقصود نہیں بلکہ یہ دکھانا ہے کہ شعر سے انکا کیا مقصد تھا۔ اور یہ بات جند نامہ کے دیکھنے سے ظاہر ہے۔ اپنے نفس کی موعظت کیلئے وہ شعر کہتے تھے اور تبلیغ نفسی اور عمومی انکے مد نظر تھی۔ کبھی وہ اس مقصد کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے احسانات کا اظہار

حافظ صاحب کا یہ بھی ایک طریق عمل تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود اور حضرت ام المومنین کے احسانات کا بکثرت اظہار کیا کرتے تھے۔ ام المومنین کا ذکر ہمیشہ "ماں جی" کے نام سے کیا کرتے تھے۔ حضرت ام المومنین عموماً کبھی حلوہ یا کوئی اور چیز خاص طور پر طیار کر کے حافظ صاحب کو بھجوا دیا کرتے تھے۔ اور جب وہ کسی دوست سے گفتگو کرتے تو اس قسم کے احسانات کا خاص طور پر ذکر کرتے۔ اور اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ کا بھی مقابلہ کر کے کہتے کہ ایسے احسانات والدین بھی نہیں کرتے۔ میں حافظ صاحب کے اس قسم کے تذکروں سے ہمیشہ اس نتیجہ پر پہونچتا کہ

وہ حضرت مسیح موعودؑ سے عاشقانہ محبت رکھتے تھے

اسلئے کہ احسانات کی یاد محبت کو بڑھاتی ہے۔ میں نے اس محبت کے کرشموں کو انکی زندگی میں عجیب عجیب رنگوں میں دیکھا ہے۔ وہ نماز میں حضرت صاحب کے ساتھ کھڑے ہونے کی عام طور پر کوشش کرتے تھے۔ اور انکو یہ سعادت نصیب ہوتی تھی۔ اور حضرت صاحب کے ساتھ بالکل ملکر کھڑے ہوتے تھے۔

اگر خدانخواستہ کبھی حضرت صاحب کی طبیعت ناساز ہوتی تو حافظ صاحب بہت بیقرار پھرتے اور سخت بیتاب ہوتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بعد انکی حالت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر انکو سخت صدمہ ہوا۔ انکو حضرت صاحب کی وفات کا اولاً یقین نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب یقین ہوا تو اس سے ان کو سخت صدمہ ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ میں آج محسوس کرتا ہوں کہ یتیم ہو گیا۔ اب آپکے بعد زندہ رہنے کا مزا نہیں۔ مگر یہ امر اپنے اختیار کا نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت نہایت اخلاص سے کی۔ اور جب تک رہے آپ کی خدمت میں عموماً حاضر ہوتے رہتے تھے۔ سلسلہ کے کاموں سے واقفیت رکھتے اور ہر تحریک میں کچھ نہ کچھ حصہ لیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام سے ملکر بہت خوش ہوتے تھے۔

خلافت ثانیہ کے متعلق ایمان بڑا قوی تھا

لاہوری احباب انجمن کے بااثر ممبر تھے اور انہیں سے بعض حافظ صاحب سے کبھی کچھ نہ کچھ سلوک بھی کرتے تھے لیکن جب خلافت کے مسئلہ سے انھوں نے حضرت خلیفہ اول کی وفات پر اختلاف کیا تو حافظ صاحب نے نہایت کراہت کے ساتھ انکو رد کر دیا۔ اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور خلافت ثانیہ کے دامن میں اسیطرح رہے جیطرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور رہتے تھے۔ ان کو بہت افسوس ہوا کہ ان لوگوں نے کیوں مخالفت کی۔ بارہا اس رنج کا اظہار کیا۔ کہ یہ لوگ مخالفت کر کے خدا کو ناراض کر بیٹھے ہو گئے ہیں۔ اور خدا کی ان نعمتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ جو اس وجود کے ذریعہ آنیوالی ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اور حضرت ام المومنین ہمیشہ انکو اپنی مہربانیوں کا مورد رکھتے۔

حضرت ام المومنین نے اپنا ایک مکان انکو دے رکھا تھا جہیں آخری وقت تک وہ رہے۔ اور اس مکان کا کوئی کرایہ ان سے نہیں لیا جاتا تھا۔ بلکہ انکی کسی بھی ضرورت کا اگر علم ہو جاتا تو فوراً اسکا انتظام ہو جاتا۔

غرض حضرت حافظ معین الدین صدق و وفا کے ایک مجسمہ تھے۔ اونہوں نے حضرت اقدس کی صحبت میں ایک عرصہ دراز گذار کر ایک خاص روحانی ترقی کی تھی۔ کثرت نوافل کے وہ عادی اور تہجد کی نماز کے پابند تھے۔ اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے انہیں خاص جوش اور غیرت تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپکے اہل بیت کے ساتھ محبت وہ ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔

بہت کم سخن تھے اور تنہائی اور خلوت کو ہمیشہ پسند کرتے تھے۔ سوال کی عادت ہی نہ تھی۔ بہت بڑے جفاکش تھے۔ بعض اوقات توت کے پتے کھا کر گذارہ کر لیتے تھے۔ مگر سوال نہ کرتے تھے۔ غرض آپ ایک سچے مسلم اور جان نثار صحابی کا نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل و رحم کا دامن دراز کرے اور اپنی رضاء کے مقام پر اوٹھائے۔ آمین۔

دارالامان کا ہفتہ

(۱) یہ ہفتہ بھی بارش سے خالی نہیں گیا۔ پانی کا سیلاب بھی زور سے آیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

(۲) حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے اور آپ مہمات دین کے سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت میں برکت اور عزم و ہمت کے انعامات سے ہمیں بہرہ ور کرے۔

(۳) فتنہ ارتداد کے انسداد کا محکمہ پوری مستعدی اور جفاکشی سے اپنے کام میں مصروف ہے۔ بڑھتے ہوئے کام اور ضرورتیں مالی مدد کے لئے احباب کو توجہ دلا رہی ہیں۔

(۴) سلسلہ کا مالی سال آخیر ستمبر کو ختم ہوتا ہے۔ اس لئے ذمہ وار کارکنان انجمن و نظارت ہائے آیندہ سال کے بجٹ کی تیاریوں میں ہیں۔

اگلے سال کا بجٹ یقینی بات ہے کئی لاکھ کا ہوگا۔ شعبہ تبلیغ ہی کی اب متعدد صورتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ اور بیرونی ممالک کے مشن اپنی روز افزوں ضرورتوں کو جداگانہ پیش کر رہے ہیں۔ بڑھتی ہوئی جماعت اور بڑھنے والی قوم کے لئے یہ لازمی باتیں ہیں۔ اسلئے احباب کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس پہلے سے زیادہ کرنا پڑے گا۔

ضروری اطلاعیں

(۱)

رسالہ تادیب النساء کی اشاعت میں بوجوہات دیر ہو گئی۔ ہر ستمبر ۱۹۲۳ء کو اگست ۱۹۲۳ء کا رسالہ شائع ہو جائیگا۔ (انشاءاللہ العزیز) کاتب لکھ چکا ہے۔ ترتیب کو قائم رکھنے کے لئے اور رسالہ میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ آیندہ ہر مہینے کی آخری تاریخ کو انشاءاللہ تعالیٰ شائع ہوا کرے گا۔ اور اس لحاظ سے ستمبر ۱۹۲۳ء کا رسالہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء کو انشاءاللہ شائع ہوگا۔

(۲)

اخبار الحکم کے جن خریداروں نے ابتک اپنی قیمت واجب الاداء نہیں بھیجی مہربانی کر کے خود ہی بھیجدیں۔ وی پی کی زحمت سے خود بھی بچیں اور دفتر کو بھی بچائیں۔ جو احباب اخبار تو برابر لیتے ہیں مگر وی پی کی وصولی کے وقت چپ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے اس طرز عمل میں تبدیلی کریں۔ کہ یہ طریق سلسلہ کے خادم قدیم الحکم کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

(۳)

رسالہ تادیب النساء کی قیمتیں بھی وصول نہیں ہوئی ہیں صرف چند احباب نے فرض شناسی سے کام لیکر قیمت ادا کی ہے۔ باقی احباب توجہ کریں۔ کہ یہ کام روپیہ کو چاہتا ہے:۔ اصلاح مستورات کے اس واحد رسالہ کی اشاعت بڑھانے کا فکر بھی کریں۔

مُجاہد مصری کا سفرنامہ

مسووا - مسووا

صبح ہوئی ہر ایک کی زبان پر یہی لفظ تھا مسووا مسووا میں بھی مسووا کی انتظار بڑے زور سے کرنے لگا۔ میرے دل میں ایک جوش تھا۔ کہ میں اس ملک کو دیکھوں۔ جس پر اٹلی کے لوگ حکومت کر رہے ہیں۔ میں انکے نظام اور ان کی طرز حکومت اور انکی رعایا کی فارغ البالی کو دیکھوں۔ تا کہ ان ایام میں جبکہ حکومت انگریزی کے خلاف ایک عام جوش پھیلا ہوا ہے اور لوگ حکومت انگریزی کی نسبت بہت کچھ برا بھلا کہہ رہے ہیں میں بچشم دیدہ ہو کر اسکا موازنہ کروں۔ دور سے مسووا ایک چٹیل میدان میں نظر آیا۔ اور اس کے ایک طرف کھجوروں کے درخت نظر آئے۔ سامنے خوبصورت بندرگاہ نظر آتا تھا۔ اور بندر پر آگے ایک بہت بڑا جہاز کھڑا نظر آیا۔ جو کہ جنگ کے ایام میں اسٹریا سے چھینا گیا تھا۔ بندرگاہ پختہ ہے جہاز گودی تک جاتے ہیں۔ بندرگاہ ہمارے سامنے تھی۔ قریباً ایک میل سے دھندلا بندرگاہ آدمیوں سے بھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ہمارا جہاز چلتے چلتے رُک گیا۔ دور سے ایک کشتی آتی ہوئی دیکھی گئی۔ جس میں بندرگاہ کا بحری آفیسر تھا۔ بحری آفیسر کو جہاز کے سامنے سے ایک سیڑھی اوتار کر اوپر چڑھا لیا گیا۔

اس کے بعد دوسری کشتی آئی جس میں اٹالین ڈاکٹر تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں اٹالین جھنڈا تھا۔ ڈاکٹر صاحب جہاز کے دوسرے حصہ کی طرف سے آئے سب لوگ انکی کشتی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بہت مسرور اور خوش معلوم ہو رہے تھے۔ انکے چہرے پر ایک بشاشت پائی جاتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے جہاز کے قریب آکر جھنڈا بند کر دیا۔ انکے لئے جہاز کی بڑی سیڑھی اتار دی گئی۔ اور تمام جہاز کا سٹاف ان کے استقبال کے لئے جہاز کے تختہ پر جمع ہو گیا اور ڈاکٹر صاحب کو سب نے ٹوپیاں اوتار کر بنجور بنجور کے لفظوں کے ساتھ سلام کیا ڈاکٹر صاحب نے جہاز کا ملاحظہ کر کے فوراً جہاز کو گودی میں لے جانیکا حکم دیا۔ ڈاکٹر صاحب اُتر کر چلے گئے۔ جہاز کو ایک لانچ کے ساتھ باندھ کر گودی میں آہستہ آہستہ لے جایا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دُھندلی اشیاء جو کہ بندرگاہ پر نظر آ رہی تھیں وہ واضح اور صاف نظر آنے لگیں۔ مجھ کو اس سے ایک اور بات حل ہوئی کہ وہ لوگ جو روحانیت کی بہت سی باتوں پر اعتراض کرتے ہیں حقیقت میں وہ عقل کے اندھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ میں جب بمبئی سے سوار ہوا تو اسوقت نہ عدن کا نشان تھا اور نہ مسووا کا

لیکن کشتی پر جب ہم یہ یقین کئے ہوئے بیٹھے رہے کہ یہ جہاز اور یہ کشتی ہمارے مقصد کے قریب لے جا رہی ہے تو آخر ہم عدن پہونچ گئے۔ اور وہ چیز جو صرف ہمارے علم میں تھی وہ چیز جسکا وجود ہمکو دُور بینوں سے بھی نظر نہ آتا تھا۔ آخر ہم خود اس میں داخل ہو گئے۔ اسیطرح سے مسووا نہ کبھی دیکھا تھا مگر آخر ہمارے سفر نے ہمکو اس کے ہر طرح سے قریب کر دیا۔ اس وقت جبکہ ہیں مسووا سے کئی میل دور تھا۔ اور مسووا نظر سے پوشیدہ تھا۔ اور پھر چند منٹوں کے بعد ایک دُھندلی سی شکل نظر آنے لگی۔ اور پھر روشن اور واضح نظر آنے لگی جتنی کہ ہم اس تک پہنچ گئے۔ اسی طرح مذہب کی حقیقت پر اعتراض کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ جیسے ہم عدن یا مسووا دیکھنے سے پہلے تھے مگر ہمارے مجاہدے نے اور ہماری حرکت نے مگر صحیح اور درست حرکت نے ہمکو اول چیز و نکے قریب کر دیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ ہماری آنکھ سے وہ پردہ اُٹھا دیا۔ پس بالکل اسیطرح روحانیت میں ہم جب صحیح حرکت کرتے ہیں۔ اور اسپر اعتراض نہیں کرتے تو یہ حرکت آخر آہستہ آہستہ ہماری آنکھوں سے بہت سے حجاب اُٹھا دیتی ہے۔ اور وہ روحانی اشیاء جو پہلے ہمکو نظر نہیں آتی تھی پہلے آہستہ آہستہ ہمارے قریب ہوتی ہیں۔ آخر ہم اس کنارے سے جس پر ہمارا پہلا قدم ہوتا ہے بہت دور ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے ملک میں پہونچ جاتے ہیں۔ وہاں ہمکو نئے لوگ ملتے ہیں۔ وہاں ہمکو نئے پھل ملتے ہیں بعض پھل ہمارے پھلوں کی طرح ہوتے ہیں۔ مگر میٹھے کم اور بعض میٹھے زیادہ انسان ہمارے انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ مگر عادات و اطوار میں الگ پس ایک اختلاف ہوتا ہے اور پھر اسمیں ایک مناسبت ہوتی ہے یہی وہ امر ہے جو آیت شریفہ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابھا۔ ایک سلوک کی منازل طے کرنیوالا شخص اس دنیا کے عجائبات دیکھ کر سلوک کی منزلیں جلد جلد طے کر لیتا ہے۔

نماز ایک کشتی ہے نماز ایک جہاز ہے اسپر سوار ہو تیوالا بشرطیکہ وہ صحیح اصولوں کے ساتھ سوار ہو اس روحانیت کے ملک میں داخل ہو جاتا جو انسان کی آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اور اس طرح سے وہ ان تمام علوم روحانی کا واقف ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ ناواقف تھا۔ مت خیال کرو کہ روحانیت عبادات کا کوئی نتیجہ نہیں۔ جبکہ تمہارے قلب کی ایک ایک حرکت تمہارے نبض کی ہر ایک تڑپ تمہارے سانس کا ہر مرہ گذرنا اور داخل ہونا بے سود نہیں۔ تو تم ہی بتلاؤ کہ وہ اشیاء کیسے بے سود ہو سکتی ہیں۔ جو خدا کے لئے کی جاتی ہیں۔ تمہاری آواز تو ایک اثر پیدا کر سکتی ہے۔ تمہاری آنکھ کا اشارہ ایک کام کر سکتا ہے۔ مگر خدا کے لئے تمہارے سارے جسم کا ہل جانا کوئی اثر پیدا نہ کرے۔ یہ کیسی بعید از عقل بات ہے۔ ہاں روحانیات کے علوم گہرے ہیں۔ یہ بجائے خود ایک شہر ہیں۔ ان شہروں کی وہی سیر کر سکتا ہے جو اس راستے کا سیاح بنتا ہے۔ یہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حرکت ضروری ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر ایک کام کے لئے ایک ہی حرکت ہے ہر حرکت کے معنے جدا جدا ہوتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص

کو ایک خطاب حکومت کی طرف سے دیا جائے۔ اور اس سے دریافت کیا جائے کہ تم اس خطاب کو قبول کرتے ہو۔ وہ شخص اسبات کو سُنکر اپنے سر کو اپنے سینہ کی طرف جھکاتا ہے۔ اس کے معنے صاف ہیں کہ ہاں میں اسکو قبول کرتا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہہ ہے کہ وہ شخص بادشاہ کا مقرب ہو گا۔ اس منظر کو ایک احمق شخص دیکھے جس کو چند سال کے بعد قتل کے جُرم میں ماخوذ کیا گیا۔ اور اس سے پوچھا جائے کہ کیا تم کو قتل کر دیا جائے۔ تو وہ اس شخص کی طرح سے اپنے سر کو نہایت ادب سے حرکت دے۔ تو اسکا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص اپنی موت کے وارنٹ پر خود دستخط کریگا۔ حرکت کرنے میں دونوں شخص برابر ہیں۔ حرکت بھی یکساں مگر ایک حرکت نے اس کو مقرب بنا دیا اور دوسرے کی حرکت نے اس کو ہلاک کر دیا۔ پس حرکتیں ہوتی ہیں۔ مگر ہر ایک کے لئے جُداگانہ حرکات ہوتی ہیں۔

اسیطرح سے دنیا میں بہت سے مذاہب دعویٰ کرتے ہیں پس انکے نتائج کو دیکھ لینا چاہیئے۔ جیسے ہم سفر سے پہلے سفر کی اغراض پر خوب غور کرتے ہیں۔ اسیطرح سے اسپر بھی خوب غور کرنا ضروری ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں تم کو ایسی چیز دیتا ہوں۔ جو کہ دُکھوں اور مصیبتوں سے بھری ہوئی ہے جس سے تم کو کبھی بھی نجات نہیں ہو سکتی۔ کیا ہم اسکو لے سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے کوئی حرکت کر سکتے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میں تم کو ایسی زندگی دیتا ہوں جس میں تم ہر قسم کے قانونوں اور ہر قسم کے ذنوب سے آزاد رہو۔ مگر عملی طور پر جب ایک مجرم پکڑا جاتا ہے تو یہ شخص سکڑاتا ہوا ہم سے الگ ہو جاتا ہے۔ لیکن برخلاف اسکے ایک شخص وہ چیز پیش کرتا ہے جو تمام راحتوں کا سرچشمہ ہے جس میں یہ فانی زندگی اسطرح سے ہلاک ہو جاتی ہے جسطرح سانپ اپنی کینچلی اتار ڈالتا ہے اور اس کو ایک نیا جسم اسی جگہ مل جاتا ہے۔ ان آنکھوں کے سوا اسکو ایک اور آنکھیں دیجاتی ہیں۔ ان آنکھوں سے وہ ایک خوبصورت مرد یا عورت کو دیکھتا ہے اور دوسری آنکھ سے دیکھ کر کہتا ہے ؎

چشم مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا۔

وہ ایک آب بقا ہمارے سامنے لا رکھتا ہے اور ہم کو ایک ایسی زندگی دیتا ہے جو تمام دُکھوں سے دور اور مسرت اور خوشی کی لہریں ہم پر پڑنے لگ جاتی ہیں۔ لیکن اسکے لئے بھی جب ہم عبادات کے جہاز پر سوار ہوتے ہیں تو کئی ایک سمندروں میں سے ہمکو گذرنا پڑتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ پس جو ان طوفان خیز سمندروں میں سے اپنی کشتی لیجاتا ہے وہ ان خوبصورت مناظر کے نظارے کرتا ہے جیسے ایک مُسافر اپنے سفر میں قدرتی مناظر کے کرتا ہے۔

(محمود احمد از مصر)

اقتباس

دُنیا کی بہترین نعمت

دنیا کی کسی آسمانی کتاب کی تعریف غیر مذاہب والوں نے اتنی نہیں کی جتنی کہ قرآن مجید کی کی ہے مستشرقین یعنی وہ لوگ جن کو مشرقی مسائل سے دلچسپی ہے۔ جو مشرقی مذاہب وادبیات سے شغف رکھتے۔ اور ان کے متعلق اپنے علم میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ مغرب کے بہت سے نامور مصنفوں اور مؤرخین نے تسلیم کیا ہے کہ قرآن مجید کے پایہ کی کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں۔ اور وہ ہر طبقہ و درجہ ورتبہ کے انسانوں کے لئے یکساں قدر وقیمت رکھتی ہے۔ انگلستان کا نامور مؤرخ ڈاکٹر گبن لکھتا ہے۔ کہ قرآن کی نسبت بحر اطلانتک سے لیکر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے۔ کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے، اسکا ضابطہ ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کیلئے۔ تمدن کے لئے۔ اور ان قوانین کے لئے بھی ہے جنپر مختلف جماعتوں کا نظام قائم ہے۔ اور جن سے بنی نوع انسان کی زندگی وابستہ ہے۔

ڈاکٹر [illegible] احب کی رائے ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ اپنے تمام احکام میں بڑے سے بڑے شہنشاہ سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے نتیر از گداگر تک کے لئے مسائل اور ہدایت رکھتی ہے وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

ڈاکٹر جانسن فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آواز بازگشت محلوں اور ریگستانوں پر شہروں اور سلطنتوں پر یکساں گونجتی ہے۔ مسٹر سٹینلی لین پول کا قول ہے کہ مدنی سورتوں میں وہ قوانین مسطور ہیں۔ جنہوں نے ہر ایک اسلامی سلطنت کی رہبری۔ ہر ایک مسلم جماعت کی اصلاح اور پیغمبر اسلام (صلعم) کے زمانہ سے لیکر اسوقت تک تمام اقطاع عالم میں ہر ایک مسلمان مرد اور عورت کے چھوٹے سے چھوٹے افعال کی راہنمائی کی ہے۔

ڈیوڈ ڈار کو ہرٹ کی رائے میں قرآن مجید رعایا کے لئے ایک ضابطہ اور سلطنت کیلئے ایک نظام ترکیبی ہے۔

اڈمنڈ برک لکھتا ہے کہ قرآن مجید کا پیشکردہ قانون ایک تاجدار سے لیکر ادنے ترین افراد رعایا تک پر حاوی ہے یہ ایک ایسا قانون ہے جو ایک معقول ترین علم فقہ پر مبنی ہے جس کی نظیر اس سے پیشتر دنیا پیش نہیں کر سکی۔

قرآن عظیم کے متعلق بیسیوں دیگر نامور مستشرقین نے بھی مفصل رائیں ظاہر کی ہیں۔ اس تھوڑی سی جگہ میں انکی تفصیل تو ایک طرف ان کی ایک جھلک بھی نہیں دکھائی جا سکتی تاہم مذکرہ صدر اقتباسات سے اسبات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ غیر مذاہب کے فہمیدہ لوگ قرآن مجید کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ہم مسلمان اسقدر خوش نصیب لوگ ہیں کہ ہمیں خدا نے ایک ایسی بیش بہا نعمت اور ایسی گراں قدر دولت عطا کی ہے کہ جس سے دنیا کی دیگر تمام قومیں محروم ہیں آؤ ہم اس خدا کا شکر ادا کریں جسنے ہمیں یہ نعمت دی۔ اور قرآن کریم کی تعلیمات وارشادات پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں وہ عظیم الشان ترقی کریں جس کی بشارت خداوند کریم نے عاملین قرآن کو دی ہے۔

(مسلم راجپوت)

غیر مسلموں کے ہاتھوں سے قرآن کی چھپائی

معزز ہمعصر مسلم اوٹ لک نے اس سوال کو از سر نو اوٹھایا ہے کہ قرآن مجید چھاپ کر شائع کرنے کا حق صرف مسلمانوں کو حاصل ہونا چاہیئے۔ اور کسی غیر مسلم کو قرآن کریم نہیں چھاپنا چاہیئے۔ غیر مسلم مطابع میں قرآن شریف کا واجبی احترام ملحوظ نہیں رکھا جا سکتا اور نہ اس کے صحت کے ساتھ چھپنے کی کوئی ضمانت ہو سکتی ہے علاوہ بریں غیر مسلم اُسے صرف مالی منافع کے خیال سے چھاپتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کو صرف یہی مقصد پیش نظر نہیں ہوتا۔ وہ دن گئے جب ہندو مطابع بے تعصب لوگوں کے ہاتھوں میں تھے۔ اور انمیں قرآن شریف کا چھپنا چنداں ناواجب نہ تھا۔ مثلاً مطبع نول کشور لکھنؤ میں یہ اہتمام تھا۔ کہ قرآن کریم کی کتابت سنگسازی اور چھپائی کا تمام عمل باوضو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوتا تھا۔ جتنے کہ جو پانی کاغذ کے نم دینے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے بھی پاک ہونیکا خیال رکھا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ باتیں کہاں ہیں۔؟ تعصب کی ایک لہر ہے جو ہندوؤں کے ذہنوں میں دوڑ رہی ہے اور یہ تعصب زندگی کے ہر شعبہ اور کاروبار کے ہر صیغہ میں نمایاں ہے۔ اس لئے یہہ ضروری ہو گیا ہے۔ کہ قرآن پاک کی چھپائی صرف اسلامی مطابع میں ہو اور ان میں بھی صرف انہی مطابع کو جو اس کا خاص اہتمام کر سکیں۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) قانون سے مدد لی جائے۔ (۲) مسلمان خود قدم آگے بڑھائیں۔ امر اوّل کے بارہ میں تو مسلمان اراکین لیجسلیٹو اسمبلی کو ہمت کرنی چاہیئے۔ اور امر دوم کی نسبت مسلمانوں کو یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ان کے ہاں صرف اسلامی مطابع کے چھپے ہوئے قرآن خریدے اور پڑھے جائیں۔ جو مسلمان ان سطور کو دیکھ پائیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ آج ہی سے یہ عمل شروع کر دیں۔

(مسلم راجپوت)

کیا اعلیٰ حضرت نظام حیدر آباد

حکومت سے دست بردار ہونیوالے ہیں؟

اخبار نیشن اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ اعلیٰ حضرت نظام حیدر آباد اپنی حکومت سے دست بردار ہونیوالے ہیں۔ اس خبر نے اسلامی ہندوستان میں ایک تشویش پیدا کر دی ہے۔ میں اپنے ذاتی علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس خبر میں کچھ بھی صداقت نہیں۔ ہندو اخبارات نے اعلیٰ حضرت نظام کی گورنمنٹ کو بدنام کرنیکا ایک عرصہ سے التزام کیا ہوا ہے اور مختلف رنگوں میں ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے خلاف زہر اگلا جا رہا ہے۔ اور اس کی غرض وغایت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ریاست حیدر آباد کے اندرونی انتظام کے فرضی نقائص پیش کر کے ہندوؤں میں ایک ایجی ٹیشن ریاست کی خلاف پیدا کیا جاوے۔ ریاست حیدر آباد کی ہندو آبادی اور رعایا کو کبھی اپنے حکمران کے خلاف وجہ شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ وہاں کی ہندو آبادی کی طرف سے جس قسم کی شکایتیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ وہ سراسر فضول اور دور از حقیقت ہیں۔ ابھی ابھی اجمیر کے ایک ہندی اخبار میں یہ خبر شائع کی گئی ہے کہ

"حیدر آباد میں نظام کے ممالک محروسہ میں ہندو زبردستی مسلمان بنائے جاتے ہیں"

اس سے بڑھ کر خطرناک غلط بیانی اور دروغ بافی کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کی خبریں ممالک محروسہ سے باہر ہندوؤں میں ریاست کے خلاف جوش پیدا کرنے کے لئے کی جاتی ہیں۔ یہ کارروائی خصوصیت سے اس وقت سے شروع ہوئی ہے جب سے کہ اعلیٰ حضرت نے باقاعدہ استرداد برار کے متعلق سر علی امام کو مقرر کیا ہے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف ریاستیں تبلیغ اسلام کے راستہ میں مشکلات پیدا کر رہی ہیں۔ اور کھلم کھلا اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کی جاتی ہے۔ دوسری طرف اسلامی ریاستوں کو بدنام کرنے کی ذلیل کوشش کی جاتی ہے۔

میری رائے میں ریاست حیدر آباد کے صیغہ امور عامہ کی طرف سے اس قسم کی بے بنیاد خبروں کی پریس کمیونکہ ذریعہ فوراً تردید ہونی چاہیئے:۔

مکتوبات احمدیہ کی چھٹی جلد

دفتر الحکم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات اور مکتوبات وغیرہ کو محفوظ کرنے میں ہر ممکن سعی کی ہے۔ اسوقت تک مکتوبات کے کئی حصے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت اقدس کے مخلص اور جان نثار مریدوں کے نام جو مکتوبات ہیں ان کی اشاعت کا سلسلہ جو شروع کیا گیا تھا میری قادیان سے غیر حاضری کے سبب بند ہو گیا۔ میں اب رفتہ رفتہ ان تمام کاموں کو جو جاری تھے۔ ترتیب دے رہا ہوں۔ چونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد جلد ان تحریروں کو شائع کردوں۔ اس سلسلہ میں مکتوبات احمدیہ کی چھٹی جلد اگست ۱۹۲۳ء پریس میں انشاء اللہ چلی جائیگی۔ اس جلد میں **حضرت چودھری رستم علی خانصاحب** کے نام کے مکتوبات ہیں۔

چودھری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے **فدائیوں** میں سے تھے اور جب سے وہ سلسلہ میں داخل ہوئے ایک منٹ کے لئے بھی کبھی کوئی ابتلا نہ آیا۔ اور آخر سلسلہ کی خدمت کرتے ہوئے اپنے مولا حقیقی سے جا ملے میں چاہتا ہوں کہ مکتوبات کی اس اصدار کے ساتھ مرحوم چودھری صاحب کے کچھ حالات زندگی بھی لکھ دوں اسلئے جماعت کے قدیم احباب سے درخواست ہے کہ چودھری صاحب کے **سوانح عمری** کے متعلق کوئی واقعہ انہیں معلوم ہو تو مجھے لکھ بھیجیں۔ ان کتابوں کا سلسلہ اسی صورت میں جاری رہ سکتا ہے کہ احباب کثرت سے ان کو خرید کریں۔

درخواستیں دفتر الحکم میں بھیجی جاویں۔

مرآۃ الجہاد

آریوں کی طرف سے مسئلہ جہاد پر بہت اعتراض کئے گئے ہیں۔ لیکھرام مقتول نے اس پر ایک خاص کتاب لکھی ہے اور آج آریوں نے اشدھی کی تحریک کی بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ اسلام بذریعہ تلوار پھیلایا گیا ہے۔ اس کتاب میں اس مسئلہ کی حقیقت **علمی** اور **تاریخی** حیثیت سے اس قابلیت سے بیان کی گئی ہے کہ بے اختیار مصنف کی محنت اور ہمت کی داد دینی پڑتی ہے اس کتاب میں آریوں کے قتل و غارت لوٹ مار اور بے حد ظلم اور زیادتیوں کا تاریخی ثبوت ایک خاص فصل میں دیا ہے۔

کتاب **قابل دید** ہے اور اسکی کثرت اشاعت کی ضرورت ہے ۲۱۲ صفحہ کی کتاب ہے۔ اور عہ فی جلد کے حساب سے دفتر الحکم قادیان سے ملیگی محصولڈاک اسکے علاوہ ہے۔ یہ کتاب مولوی سید وزارت حسین صاحب اوریتی (مونگیری) کی تالیف ہے :-

مصری جماعت نے ایک اور کتاب شائع کی ہے

مصر میں اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے احمدی جماعت کی بنیاد قایم کردی ہے میں اپنے رب کریم کے فضل و رحم کو دیکھتا ہوں۔ اور اپنی **کمزوریوں** اور خطا کاریوں پر نظر کرتا ہوں تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہوں۔ مصر میں تبلیغ و اشاعت کے لئے محض اپنی غریب نوازی سے اس نے موقعہ دیا کہ میں اپنے بیٹے عزیز مکرم شیخ محمود احمد صاحب کو جو سلسلہ کی خدمت کے لئے مقرر تھا بھیج سکا۔ اور پھر اس نے ایسی توفیق دی کہ وہ ایک جماعت کے بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ مصر کی جماعت میں اللہ تعالے کے فضل سے اہل علم اور ممتاز طبقہ کے لوگ شامل ہو رہے ہیں۔ حال میں سید عبد المجید کامل آفندی کی شمولیت سے جماعت کو بہت بڑی تقویت ہوئی ہے۔ اور علمی اور قلمی کام شروع ہو گیا ہے۔ جماعت کی طرف سے جماعت کی خرچ پر اسلامی نماز کا ترجمہ عربی میں شائع ہوا ہے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے **انگریزوں** کے لئے نماز کا ایک چھوٹا سا رسالہ لکھا تھا جس میں نماز پڑھنے کی مختلف تصویریں بھی دی تھیں۔ اسی رسالہ کا **عربی** ترجمہ جماعت مصر نے نہایت خوبصورت اور عمدہ کاغذ پر اسی تقطیع پر چھاپا ہے۔ یہ کتاب یقیناً مصر میں نہایت دلچسپی سے پڑھی جاوے گی اور مسلمان بچوں کو نماز کی طرف متوجہ کریگی۔ ایسی کتابوں کی عام اشاعت مصر جیسے ملک میں **دینداری** کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے بہت ہی بابرکت ہوگی۔ اسلئے میں جماعت کے ان خاص احباب کو جو خدا کی دی ہوئی دولت کے بہترین مصرف کو جانتے ہیں۔ متوجہ کرتا ہوں۔ کہ اس کتاب کی اشاعت کیلئے اپنی مصری جماعت کو مدد دیں۔ اس کتاب کی قیمت ہندوستان کے لئے انہوں نے ۴ر رکھی ہے میری رائے میں مصر میں مفت اشاعت کے لئے وہ شاید اس سے بھی کم پر دے سکیں۔ اور اگر اس کتاب کا خرچ مصری جماعت کو ملجاوے تو پھر وہ اور بھی کتاب اس طریق پر شائع کر سکتی ہے۔ میرے خیال میں ہر جگہ کی انجمن اگر کم از کم ۲۰ کتابوں کی قیمت ان کو بھیجدیں تو کم از کم **دو ہزار** کتاب شائع ہو جائیگی جو صاحب اس کتاب کی اشاعت کے لئے کوئی رقم بھیجنا چاہیں تو وہ آسانی کے لئے یہ کر سکتے ہیں۔ کہ **ٹامس کک** اینڈ سن بمبئی کو روپیہ بھیجدیں۔ اور ان کو ہدایت کردیں کہ وہ شیخ محمود احمد خلف شیخ یعقوب علی عرفانی کو قاہرہ میں اپنے دفتر کی معرفت پہنچا دیں اور شیخ محمود احمد صاحب کو بذریعہ خط اطلاع دی جاوے جسکا پتہ یہ ہے۔

شیخ محمود احمد احمدی المبشر خلیج مصری نمبر ۵۰۵ قاہرہ

البشریٰ ماہوار عربی رسالہ کی اشاعت کا سوال زیر غور ہے اللہ تعالے کے فضل سے امید ہے کہ یہ رسالہ جاری ہو جائیگا۔

عینک سے نجات

اصل ممیرے کا سرمہ اور ممیرا المصدقہ مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ اول حکیم نورالدین صاحب رضہ

یہ سرمہ ککروں کیلئے۔ ابتدائی موتیا بند۔ جالا پھولا پڑبال۔ آنکھوں سے ہر وقت پانی جاری رہتا ہو نظر کمزور ہو اونکے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت سرمہ عگار تولہ ممیرا صہ تولہ۔ ترکیب استعمال صبح شام دو دو سلائیاں آنکھوں میں ڈالی جاویں۔ اگر کسی شخص کو مفید ثابت نہ ہو بشرطیکہ اس نے باقاعدہ پندرہ روز تک متواتر استعمال کیا ہو سرمہ واپس کردے میں اس کی قیمت واپس کردونگا۔ اس کے مجرب ہونے پر چند شہادتیں علاوہ میرے ذاتی تجربہ کے پیش کرتا ہوں۔

۱۔ میں نے جناب سید احمد نور صاحب احمدی کابلی مہاجر قادیان کا سرمہ آزمایا اور بفضلہ تعالیٰ بہت ہی مفید پایا۔ نیز حضرت والدہ ماجدہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بہت کمزور ہوگئیں۔ اس سرمہ سے انکو غیر معمولی فائدہ ہوا۔ (محمد اسمٰعیل مولوی فاضل و منشی فاضل)

۲۔ میں نے سرمہ ممیرا بھائی احمد نور مہاجر قادیان سے لیکر دو ہفتہ تک استعمال کیا۔ اب خدا کے فضل سے میں بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ نہایت ہی مجرب اور اعلیٰ درجہ کا سرمہ ہے میں خدا کی قسم کھاکر شہادت دیتا ہوں۔ نہایت ہی عمدہ سرمہ ہے (اللہ دین احمد سابق گرنتھ کا تک توپخانہ جنگی)

۳۔ میں نے ۱۹۱۷ء شہر ملتان میں عینک آنکھوں پر لگائی تھی۔ اور ۱۹۱۹ء میں جناب احمد نور سے سرمہ درجہ اول لیکر استعمال کیا اور خاکسار نے عینک کو اتار دیا ہے۔ اب عینک کی کوئی ضرورت نہیں۔ (خاکسار محمد علی کلیانپوری ضلع لائلپور ڈاکخانہ ننگومہاں کسایا)

۴۔ میں نے میاں احمد نور صاحب کابلی سے دو دفعہ سرمہ خریدا جس کو میں نے بہت مفید پایا۔ اور دیگر لوگوں نے بھی مجھ سے لیکر استعمال کیا سب نے اس کی تعریف کی۔ یہ سرمہ بہت عمدہ اور قابل قدر ہے۔ (عبد الرؤف ہیڈ کلرک ہائی سکول قادیان۔ ۱۔ ۱۵ مئی ۲۳ء)

۵۔ احمد نور صاحب کابلی کا سرمہ ممیرا بارشاد ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ایک ہفتہ لگایا تھا بفضلہ تعالیٰ اب بالکل آنکھیں اچھی ہیں اور نظر کامل ہوگئی ہے سو میں اس سرمہ کے مجرب ہونے پر گواہی دیتا ہوں۔ (خادم حضرت خلیفہ ثانی۔ شیر اتی دربان قادیان)

۶۔ میں نے سرمہ ممیرا تیار کردہ بھائی احمد نور صاحب کابلی ثم قادیانی خود استعمال کیا۔ اور نیز اپنے عزیز رشتہ داروں کو بغرض استعمال دیا۔ میں نے اس سرمہ کو مفید پایا۔ نیز آنکھوں میں جلن ہوا کرتی تھی جو خدا کے فضل سے اس سرمہ کو ایک ہفتہ استعمال کرنیکے بعد دور ہوا۔ فقط۔ (فضل کریم اسسٹنٹ حیدر آباد دکن)

سفوف سلاجیت۔ بقدر دانہ نخود صبح کیوقت دودھ سے استعمال کریں قیمت قسم اول عہ فی تولہ قسم دوم ۸ر فی تولہ۔

المشتہر

احمد نور احمدی مہاجر قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)